© rasailojaraid.com

پیدا کردہ مسئلہ بنک کاری آج کی مسلم دنیا کا اہم ترین مسئلہ ہے اور بعض جگہ اچھے یا ناقص تجربات بھی بلاسود بنک کاری کے ہو رہے ہیں۔ یہ مقالات بنک کاری کے مسائل پر اسلامی نقطۂ نظر سے روشنی ڈالتے ہیں اور متعلقہ پیچیدگیوں کا حل پیش کرتے ہیں۔ معاشیات اور بنکنگ کے مسائل سرسری نہیں ہیں کہ مندرجات کے اقتباس دے کر ان پر بحث کی جائے اور نہ اتنی جگہ ان اوراق میں ہے۔

مختصراً ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ ڈاکٹر صدیقی کے مقالات کا یہ مجموعہ نہایت قیمتی ذخیرۂ علم و تحقیق ہے۔ ساتھ ہی یہ کہنا بھی ضروری ہے کہ کاغذ، طباعت، ٹائپ اور سرورق کے لحاظ سے کتاب اعلیٰ درجے کے مغربی معیار طباعت پر شائع شدہ ہے۔

HISTORY OF THE PAKISTAN AIR FORCE

مؤلفین: جناب سید شبیر حسین و سکواڈرن لیڈر جناب ایم طارق قریشی - من جانب پاکستان ائیر فورس -

قیمت مجلد مع گرد پوش یک صد روپے۔

کسی بھی ملک کے شہریوں کو اپنے نظامِ دفاع کی قوت سے اتنا باخبر رہنا چاہیے کہ ان میں اعتماد پیدا ہو۔ بری، بحری اور ہوائی افواج کو چاہیے کہ وہ اپنے رازوں کی حفاظت کرتے ہوئے اپنی ترقیات اور اپنے کارناموں کی عمومی اطلاعات اوّلاً اپنے کارکنوں تک اور ثانیاً عوام تک پہنچائیں ——

پاکستان ایئرفورس نے اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اپنی پینتیس سالہ تاریخ مرتب کر کے تین سو چار صفحات میں جمع کر دی ہے۔ یہ کتاب نہایت اچھے کاغذ پر، خوبصورت انگریزی ٹائپ میں مضبوط جلد اور نفیس گرد پوش کے ساتھ ضروری تصویروں اور اعداد و شمار سے مزین ہو کر سامنے ہے۔ اسے مرتب کرنے کے لیے بہت سارا ریکارڈ کھنگالا گیا ہے، بہت سے حقائق جمع کیے گئے ہیں۔ اور بہت سی شخصیتوں کا تذکرہ اس میں شامل ہے۔ ہم اتنی اچھی اور مفید خدمت پر اس کتاب کے مرتبین، اس میں کسی حیثیت سے بھی حصہ لینے والوں اور پاکستان ائیر فورس میں اپنی خدمات کھپانے والوں اور علی الخصوص ائیر چیف مارشل محمد انور شمیم کی خدمت میں ہدیۂ تبریک پیش کرتے ہیں۔

تقسیمِ برصغیر کے وقت ہوائی قوت کی تقسیم کا یہ فارمولا طے ہوا کہ انڈیا کا حصہ ۴ اور پاکستان کا ۱، اس طے شدہ فارمولے کا بھی یہ حشر ہوا کہ:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"نقشہ مقررہ کے مطابق پاکستان کا حصہ ساز و سامان نہیں دیا گیا، جو کچھ دیا گیا وہ قابلِ قبول حالت میں نہیں تھا۔ اور اشیاء کی ترسیل میں تاخیر کی گئی اور اس میں سوچے سمجھے منصوبے کے تحت رکاوٹیں ڈالی گئیں۔" (کتاب کا صفحہ ۲۴)

مرتبینِ کتاب نے پاکستان ائیر فورس کے ایک افسر ظفر اے چوہدری کی یہ شہادت پیش کی ہے:

"تقسیم ہند کے بعد پاکستان کو ۸ ٹائیگر ماتھ طیارے الاٹ کیے گئے تھے"۔

(انہیں لینے کے لیے ۸ ستمبر ۱۹۴۷ء کی صبح کو ایک ڈکوٹا رسالپور سے عملے کو لے کر روانہ ہوا)

"چکلالہ، لاہور اور انبالہ میں رکتا ہوا یہ ڈکوٹا ۶ بجے شام پالم کے ہوائی اڈے پر جا اترا۔ پالم والوں نے نہایت سرد مہری سے ہمارا استقبال کیا۔ رات قیام کی اجازت دینے سے ہمیں انکار کر دیا۔ بعد میں اچھے جذبات غالب آگئے مگر انہوں نے یک تنہا افسر کے کوارٹر میں ہم گیارہ آدمیوں کو اس حال میں جگہ دی کہ نہ کوئی چارپائی تھی اور نہ روشنی ...... پھر جودھپور پہنچے تو بتایا گیا کہ فیصلے کے خلاف ۸ کے بجائے صرف ۷ جہاز ملیں گے۔ کیونکہ ایک اتنا ناکارہ ہوگیا ہے کہ مرمت نہیں ہو سکتی"۔ (ص ۲۶)

پھر جب یہ لوگ جہاز اُڑا کر لے آئے تو میانوالی کے ہوائی اڈے پر فیل ہو کر کھڑے ہو جانے والے ڈکوٹا کے متعلق انکشاف ہوا کہ:

"اس کے پٹرول کے ٹینک میں چینی پڑی ہوئی تھی جس کی وجہ سے اس کا انجن فیل ہوگیا ہے"۔ (ص ۲۶)

پھر دوسرے جہازوں کے فلٹروں کی جانچ کی گئی تو وہ سب چینی کی وجہ سے بند ہو رہے تھے[1]

دسمبر ۱۹۴۷ء میں جنگ عظیم دوم کے گھسے پٹے صرف دو ڈکوٹا پاکستان کے پاس تھے (ص ۳۰) ادھر مسلمانانِ کشمیر مظالم کی زد میں تھے۔ یہ موقع تھا جب پہلی بار گلگت سے مدد طلب کی گئی۔ سلسلہ گفتگو میں مختار احمد ٹوگرا اپنا قصہ بیان کرتا ہے کہ وہ اسکردو میں امدادی سامان پہنچا کر واپس ہو تو دو بھارتی

[1] اندازہ کیجیے کہ پاکستان کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا گیا جواب تک جاری ہے۔ پاکستان پر جب زور نہیں چلتا تو سارا غصہ بھارت کے مجبور مسلمانوں پر نکالا جاتا ہے۔ آخر یہ تاریخ کیسے اوجھل ہو سکتی ہے جو مسلسل زہریلے کانٹے پھیلا رہی ہے۔

© rasailojaraid.com

ٹمپسٹ جہازوں نے اس کو گھیرنے کی کوشش کی، دھمکایا اور فضا میں گولیوں کا ایک بوسٹ چلایا مگر خدا کی مدد سے وہ بچ نکلا" (ص ۳۳-۳۴)

پاکستان ائیر فورس کو ابتدا میں جو مشکلات پیش آئیں، ان کا اندازہ اس سے کیجیے کہ پاکستان کو وائٹ ہال سے ایک وارننگ دی گئی کہ اگر بھارت کی کھلی مخالفت کی گئی تو نہ صرف یہ کہ دفاعی شعبوں میں کام کرنے والے برطانوی کمانڈر اور افسران فوری طور پر الگ ہو جائیں گے بلکہ یو کے کو جس فوجی ساز و سامان کا آرڈر دیا گیا ہے اس کی ترسیل بند کر دی جائے گی۔ (ص ۳۵)

بھارت کی اس ستم ظریفی کو بھی ریکارڈ پر لایا گیا ہے کہ اُدھر سے یہ چاہا گیا کہ پاکستان کو قومی دفاع کے لیے ائیر فورس کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ انڈیا اس ضرورت کو اپنے سر لیتا ہے کہ وہ پاکستان کی سرحدات کی حفاظت کرے گا۔ دوسرے لفظوں میں سرے سے پاکستان کے حاکمانہ اقتدار ہی پر ہاتھ صاف کیا جا رہا تھا۔ (ص ۱۲۴)

اللہ کا شکر ہے کہ پاکستانی قوم اور اس کے دفاع کے ذمہ داروں نے اپنی حفاظت کی ذمہ داری خود اٹھانے کا عزم اور محکم کر لیا۔

افسوس ہے کہ ہم پوری تفصیلات میں نہیں جا سکتے۔ ورنہ ۱۹۶۵ء کے معرکۂ دفاع میں جو ناقابلِ فراموش کردار ہماری ائیر فورس اور اس کے افسروں اور نوجوانوں نے ادا کیا ہے، اس کے متعلق کتاب کے مندرجات کا خلاصہ پیش کرتے۔

آج جب کہ ہماری ائیر فورس بہت وسیع اور مضبوط ہو چکی ہے، ہم پر خدا کی ایک خاص مہربانی سامنے آئی ہے۔ ایف ۱۶ کی ٹریننگ لینے کے لیے ہمارا جو عملہ امریکہ گیا۔ اس نے دنیا بھر کے ائیر مینوں سے کم وقت میں تربیت مکمل کر کے اس امر کی دھاک بٹھا دی ہے کہ آج کی بہترین اور نازک ترین اور پیچیدہ ترین ٹیکنالوجی کے لیے پاکستانی دماغ اپنے احوال اور ذرائع سے ۵۰ سال آگے چل رہا ہے۔

خوشی یہ ہے کہ یہ کتاب صرف ٹیکنیکل محکمانہ امور ہی پر مشتمل نہیں ہے بلکہ اس کے بین السطور اسلامی قومی شعور و احساس کام کر رہا ہے اور ہماری نئی نسل کے افسرانِ فضائیہ نے اپنے اُن زخموں کو سن نہیں کر لیا ہے جو انہیں لگائے گئے ہیں۔